

دورِ جدید میں سیرت نگاری کے رجحانات

نوید احمد شہزاد☆

Abstract

Being the living embodiment of the final version of the revealed guidance from the Creator for rest of the time Muhammad (peace be on him) is the role model for humanity in all affairs, till the day of judgment. This makes the knowledge of the life pattern (Sirah) of the Prophet (peace be on him) recurring need of the Muslim ummah. This recurring need of Sirah in seeking guidance for various aspects of individual and collective spheres of life made it inevitable for Muslim scholars to authentically record and then continually examine and re-examine the Sirah literature. This rigorous process of constant referral to Sirah for extracting guidance for a whole range of diverse affairs of life has motivated the scholars of Islam in each generation to recast Sirah literature in new idiom, adopting varying methodologies and styles over the span of last fourteen hundred years. The modern age gave rise to new issues as well as new means of textual and historical criticism. The scholars and specialists of Sirah un-reluctantly learned these tools of modern scholarship and have made serious efforts to utilise them in their endeavours of Sirah writing along with the traditional methods. This article attempts to study and introduce these fresh trends and methodologies which are being used by the scholars in producing Sirah literature in the modern times.

دنیا میں حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ نئے مسائل سامنے آ رہے ہیں۔ علوم میں وسعت اور گہرائی بڑھ رہی ہے، جس کی وجہ سے جانچ پرکھ کا عمل زیادہ بہتر نتائج پیدا کر رہا ہے۔ تاریخی واقعات کی نہ صرف نئے سرے سے چھان بین ہو رہی ہے بلکہ ان سے نتائج اخذ کر کے

* لیکچرر اسلامیات، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

مستقبل میں بہتر تبدیلی کے امکانات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ چنانچہ موجودہ دور کے کئی سیرت نویسوں کی تحریروں میں نہ صرف متقدمین کے اسالیب کے بہت سے خصائص کی جھلک نظر آتی ہے بلکہ جدید تقاضوں کی تکمیل کا رجحان بھی پایا جاتا ہے۔ لہذا اس حوالے سے موجودہ دور میں سیرت نگاری کے زیادہ نمایاں رجحانات کو درج ذیل عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے:

- ۱۔ عصری مسائل کے تناظر میں سیرت نگاری
- ۲۔ سیرت نگاری میں جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال
- ۳۔ مصادر سیرت کی از سر نو ترتیب و تنظیم
- ۴۔ کتب سیرت کے تراجم
- ۵۔ کتب سیرت کی تحقیق و تخریج
- ۶۔ اسالیب سیرت نگاری

۱۔ عصری مسائل کے تناظر میں سیرت نگاری

موجودہ دور میں انسانیت کو اور بالخصوص اہل اسلام کو درپیش مسائل کو سامنے رکھ کر کئی سیرت نگار سیرت طیبہ کو بیان کرتے ہیں اور پھر ان مسائل کا حل رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ کی تعلیمات و احوال سے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح سیرت طیبہ سے انسانیت کو درپیش مسائل کا حل ڈھونڈنا موجودہ دور کا معروف اسلوب ہے۔ اس ضمن میں دو اہم امور کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) تاریخی مجلات کا کردار:

سیرت طیبہ کے بارے میں علمی و تحقیقی مجلات میں چھپنے والے مضامین میں کتب سیرت کی نسبت عموماً مقالہ نگار حالات حاضرہ کا جائزہ لیتے ہیں اور مسائل کے موجودہ حل کو بھی پیش نظر رکھ کر اس کا اسلامی تعلیمات اور لغوی طریق سے تقابل کرتے ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع کو نقل کرتے ہوئے مضمون نگار کا تقابلی انداز ملاحظہ فرمائیں۔

”خطبہ حجۃ الوداع کی اہمیت و خصوصیت، اس کی ہمہ گیر افادیت اور آپ ﷺ نے جن موضوعات پر ہدایت فرمائی ہے ان کی اہمیت کی بناء پر یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس خطبہ کے ماحصل پر روشنی ڈالی جائے اور آپ ﷺ کی تعلیمات کا آج کے حقوق انسانی کے چارٹر کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔“ (۱)

اسی طرح انسانی حقوق، سائنسی تجربیت، امن عالم، فنون لطیفہ، ذرائع ابلاغ، دفاعی، سائنسی، تعلیمی مسائل اور دوسرے عالمی مسائل اور جدید موضوعات پر سیرت طیبہ کے تناظر میں لکھنے کا رجحان دن بدن تقویت پکڑ رہا ہے۔

(ب) سیرت طیبہ سے رہنمائی لینے پر حکومتی توجہ:

بعض اوقات سیرت طیبہ کی روشنی میں درپیش مسائل کا جائزہ لینے کے لیے سرکاری سطح پر بھی اقدامات کیے جاتے ہیں۔ بعض مسلم حکومتیں جدید دور کے کسی مسئلے کو نمایاں کر کے اہل قلم کو دعوت دیتی ہیں کہ سیرت نبویؐ کی روشنی میں اس مسئلے کا حل پیش کریں۔ حکومت پاکستان اس سلسلے میں ہر سال ایک عنوان کا اعلان کرتی ہے جس پر باقاعدہ تحریری مقابلہ ہوتا ہے اور سرکاری سطح پر انعام بھی پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً ”استحکام پاکستان کا حصول، سیرت طیبہ کی روشنی میں“۔ اس عنوان پر حکومت نے مقالات لکھوائے جن میں سے ایک انعام یافتہ مقالہ نگار کے الفاظ اس طرح تھے:

”پاکستان میں پائیدار اور حقیقی استحکام داخلی و خارجی امن، معاشرتی سکون، عوام کی جان و مال کا تحفظ، سرحدوں کی حفاظت، سیاسی و معاشی خود مختاری، اقتصادی ترقی اور خوش حالی کے لیے حکومت پاکستان کو ریاست مدینہ منورہ کے نبویؐ طرز حکومت پر خلوص دل، ایمانداری، دیانتداری، ملک و قوم کی تعمیر و ترقی کے واقعی جذبہ کے تحت درج ذیل اقدامات پر عمل کرنا ہوگا۔“ (۲)

۲۔ سیرت نگاری میں جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال

جدید ذرائع ابلاغ معلومات حاصل کرنے کا تیز ترین ذریعہ ہیں اور ان کے ساتھ معلومات کو تیزی سے دنیا بھر میں پھیلایا بھی جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیرت طیبہ کے حالات و واقعات سے ہر شخص کی آگاہی دنیا بھر کے سیرت نگاروں کی آراء کو جاننے اور کسی بھی معاملہ پر ان کے خیالات و افکار کو اکٹھا کرنے کے لیے جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کی اہمیت بہت زیادہ محسوس کی جا رہی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر غلام شبیر (۳) کی رائے درج ذیل ہے:

”ذرائع ابلاغ آزادانہ ذمہ داریوں کے ساتھ شریعت کی روشنی میں مثبت انداز میں اپنے فرائض سرانجام دیں۔ اس طرح دور جدید کے ذرائع ابلاغ سیرت نبویؐ کے فروغ میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔“ (۴)

اخبارات و جرائد میں فوری اور جدید دور کے مسائل پر کتب کی نسبت عموماً جلدی لکھنا شروع ہو جاتا ہے۔ کئی اخبارات مخصوص دینی اہمیت کے حامل ایام پر مشاہیر اہل قلم کی تحریریں شائع کرتے ہیں، جیسے عید میلاد النبیؐ، واقعہ معراج، غزوہ بدر اور فتح مکہ وغیرہ کے حوالے سے ان جرائد میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ریڈیو اور ٹی وی کا یہ مثبت استعمال ہے کہ ان ذرائع ابلاغ کے ذریعے رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں سے اہل اسلام کو آگاہ کیا جاتا رہے۔ جیسا کہ ریڈیو اور ٹی وی پر بسا اوقات ایسے پروگرام کیے جاتے ہیں۔ مگر سیرت طیبہ کے بارے میں معلومات کے حصول میں مذکورہ ذرائع ابلاغ کی نسب انٹرنیٹ کی افادیت کئی پہلوؤں سے زیادہ ہے۔

سیرت نگاری میں انٹرنیٹ کا استعمال

موجودہ دور میں سیرت طیبہ کے بارے میں معلومات کو عام کرنے اور تحقیق کرنے میں انٹرنیٹ کا اہم کردار ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل عنوانات کے تحت کی جاتی ہے:

۱۔ سیرت کی اہم کتب تک رسائی

انٹرنیٹ کی ویب سائٹس پر متقدمین کی کتب تفاسیر اور حدیث وغیرہ کے ساتھ ساتھ سیرت النبیؐ پر لکھی گئی اہمات الکتاب بھی موجود ہیں۔ جیسے سیرۃ ابن اسحاق، المغازی للواقدی، سیرت ابن ہشام، ابن سید الناس کی عیون الاثر، ابن عبدالبر کی الدرر فی اختصار المغازی و السیر و السہلی کی الروض الالنف اور الشامی کی سبل الہدی والرشاد وغیرہ ہیں۔ ان کتب کا نہ صرف کسی بھی وقت مطالعہ کیا جاسکتا ہے بلکہ ان میں سے کسی کتاب کے کسی بھی حصے کی نقل حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ کتب www.alwarraq.com پر موجود ہیں۔ اسی سائٹ پر بہت سی ایسی تاریخ کی کتب بھی موجود ہیں جن میں ایک بڑا حصہ سیرت النبیؐ کا ہے۔ جیسے اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، تاریخ بغداد اور الکامل فی التاريخ وغیرہ ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور سائٹ www.al-islam.com پر الروض الالنف زاد المعاد اور محمد بن عبدالوہاب کی مختصر سیرت رسولؐ موجود ہے۔ غرضیکہ اس طرح کی کئی سائٹس ہیں جن کی وجہ سے پوری دنیا کے گوشے گوشے میں ہر شخص کے لیے آسانی کے ساتھ بلا معاوضہ سیرت النبیؐ کی کتب سے استفادہ آسان ہو گیا ہے۔

۲۔ جدید کتب سیرت کا تعارف

ان سائنس پر نہ صرف قدیم سیرت کی کتب موجود ہیں بلکہ جدید کتب بھی ہیں اور باقاعدہ ان کا تعارف اہتمام سے کرایا جاتا ہے۔ جیسے www.alwarraq.com پر احسان عباس کی کتاب ”فن السیرۃ“ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۳۔ مشاہیر اہل علم سے استفادہ

ایسی سائنس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر ان کتب سے استفادے میں رکاوٹ ہو یا سیرت کے کسی خاص واقعہ یا جدید مسئلہ پر مشہور علماء کی آراء درکار ہوں تو ان مقامات پر طلبگار کو نہ صرف رہنمائی دی جاتی ہے بلکہ ان سائنس کے زائرین کے لیے فری اکاؤنٹ کھولنے اور برقی ڈاک (E.mail) کی بھی بلامعاوضہ سہولت دی جاتی ہے۔ اسی طرح ان علماء سے سوال جواب کرنے کی بھی سہولت ہوتی ہے۔ جیسے www.sahab.com پر بہت سے علماء خصوصاً سعودی عرب کے بڑے علماء سے آسانی کے ساتھ استفادہ ممکن ہے۔

۴۔ قارئین کی آراء کی شمولیت

بہت دفعہ ان مقامات پر کسی کتاب کا مطالعہ کرنے والوں سے متعلقہ کتاب کے بارے میں قاری کی رائے بھی دریافت کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے کتاب پر تنقید وغیرہ کی ہو تو اس کو بھی نقل کر دیا ہوتا ہے اور اگر ابھی تک تنقید نہ ہوئی تو اس کی بھی نشان دہی ہوتی ہے۔ مثلاً سیرت حلبیہ کے بارے میں درج ذیل رائے دی گئی ہے:

”لا یوجد ای نقاشات حول هذا الكتاب حتی الآن“ (۵)

ترجمہ: ابھی تک اس کتاب پر مناقشات موجود نہیں ہیں۔

۵۔ معلومات کا استقصاء

انٹرنیٹ کا ایک بڑا ممکن فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے سیرت طیبہ کے بارے میں سیرت نگاروں کے اختلافات کافی حد تک کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے کیونکہ یہ ہمہ وقت رابطے کا نہ صرف مؤثر ذریعہ ہے بلکہ اختلافی آراء کے تجزیے میں بھی کافی مددگار ہے۔

مصادر سیرت کی از سرنو ترتیب و تنظیم

علوم اسلامیہ کی بہت سی ایسی اہم اور بڑی کتب ہیں جو کہ خالص سیرت النبیؐ کی کتابیں نہیں ہیں۔ مگر سیرت رسولؐ سے متعلقہ کافی مواد ان میں موجود ہے دور جدید میں کئی سیرت نگاروں نے ان بڑی کتب میں سے سیرت النبیؐ سے متعلقہ احوال و واقعات اور مرویات و معلومات کو چھانٹ کر از سرنو مرتب کرنے کی سعی کی ہے۔ اس اسلوب پر تین عنوانات کے تحت معروضات پیش خدمت ہیں:

- ۱۔ تنظیم نو کی اہمیت
- ۲۔ تنظیم نو کا طریق کار
- ۳۔ متن کی افادیت بڑھانے کے اضافے
- ۱۔ تنظیم نو کی اہمیت

اسی طرح معلومات مرتب کرنے والوں کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ سیرت طیبہؐ کے بارے میں صحیح اور مستند معلومات حاصل ہو سکیں۔ نیز متعلقہ متن یا کتاب میں ایک ہی موضوع یعنی سیرت سے متعلقہ بکھری ہوئی معلومات کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا جائے تاکہ اس سے بہتر استفادہ ممکن ہو سکے۔

جو کتابیں اس ضمن میں سیرت نگاروں کی توجہ حاصل کر چکی ہیں، ان میں سرفہرست قرآن مجید ہے۔ قرآن حکیم میں سید الانبیاءؐ کی حیات طیبہ کے بارے میں معلومات کا بہترین اور مستند ذخیرہ موجود ہے۔ چنانچہ متعدد سیرت نگاروں نے نہ صرف قرآن کی روشنی میں سیرت طیبہ کے احوال و واقعات مرتب کیے ہیں۔ اس لیے بھی کہ سیرت طیبہ کے بارے میں سب سے مستند ذریعہ قرآن ہی ہے۔ اس بارے میں دیگر کتب کے علاوہ ایک کتاب محمد علی البہاشی کی ”شخصیۃ الرسول و دعوتہ فی القرآن“ بھی ہے۔ موصوف اپنی کتاب کی افادیت کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

”رایت انها ضرورية نافعة مفيدة للقارى الباحث عن تجلية شخصية الرسول العظيمة و

دعوتہ کما صورہما القرآن الکریم۔“ (۶)

ترجمہ: میں نے دیکھا کہ یہ اس قاری کے لیے ضروری، نفع آور اور مفید ہے جو رسول اللہؐ کی عظیم شخصیت اور آپؐ کی دعوت کی اس طرح وضاحت چاہتا ہو، جیسا کہ ان کی تصویر قرآن کریم نے کھینچی ہے۔

الدكتور سليمان بن حمد العودة نے ”السيرة النبوية في الصحيحين وعند ابن اسحاق“ مرتب کی ہے اور اس کے مقدمہ میں دیگر مقاصد کے اظہار کے ساتھ یہ بھی واضح کیا ہے کہ وہ اس کتاب کے ذریعے مستند اور صحیح سیرت رسولؐ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ (۷)

۲۔ تنظیم نو کا طریق کار

بعض اوقات کسی بڑی کتاب کا ایک حصہ سیرت النبیؐ پر مشتمل ہوتا ہے جس کو مصنف نے خود ہی منفرد لکھا ہوتا ہے مگر وہ اسی کتاب کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ بعد میں آنے والے سیرت نگار اس کتاب سے سیرت النبیؐ والے حصے کو الگ کر کے ایک نئی کتاب یا نئے متن کی شکل میں پیش کر دیتے ہیں۔ جیسے حافظ ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ کا ایک بڑا حصہ سیرت النبیؐ کے بارے میں ہے اور اس حصہ کو جداگانہ طور پر مصطفیٰ عبدالواحد نے مرتب کیا ہے۔ (۸)

کبھی کسی کتاب میں سیرت النبیؐ کے بارے میں خاصی تفصیلات ہوتی ہیں مگر وہ ایک مقام پر نہیں ہوتیں، بلکہ بکھری ہوئی ہوتی ہیں۔ تب محقق ان تفصیلات کو تلاش کر کے ایک ہی جگہ جمع کر کے از سر نو مرتب کرتا ہے۔ جیسے الدكتور محمد الامین بن محمد محمود الجکینی نے فتح الباری سے ”السيرة النبوية في فتح الباری“ مرتب کی ہے۔ (۹)

اس رجحان کے تحت صحیح ابن حبان سے سیرت سے متعلقہ مرویات کو بھی الگ سے مرتب کیا گیا ہے۔ بخاری و مسلم اور قرآن مجید سے بھی سیرت کے بارے میں معلومات چن کر علیحدہ کی گئی ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

۳۔ متن کی افادیت بڑھانے کے لیے اضافے

اس اسلوب سے سیرت نگاری کرنے والے کسی متن سے سیرت طیبہ کے صرف اجزاء کو ہی اکٹھا کر کے الگ سے مرتب نہیں کرتے بلکہ عموماً الگ شدہ متن کی افادیت کو بڑھانے کے لیے مفید حواشی یا اضافے وغیرہ بھی کرتے ہیں۔ ابو عبد اللہ علی عاشور الجوبی، ابن عساکر کی تاریخ سے سیرت النبیؐ کی اجزاء علیحدہ کر کے مرتب کرتے ہیں اور اس متن پر اپنے عمل کو درج ذیل نو نکات سے نمبر وار بیان کرتے ہیں:

۱۔ مختلف مطبوعات اور مخطوطات کا جائزہ

۲۔ تقابلی کے بعد درست متن کا انتخاب

- ۳۔ متعلقہ احادیث نبویہ کا استخراج
- ۴۔ متن کی توضیح کے لیے کتب لغت اور ادب کی طرف مراجعت
- ۵۔ متون احادیث کی تصحیح
- ۶۔ متن کی احادیث و اقوال کا مصادر اصلیہ سے تقابل
- ۷۔ متن میں وارد آیات کی فہرست مرتب کرنا
- ۸۔ متن میں وارد احادیث کی فہرست مرتب کرنا
- ۹۔ متن میں وارد اعلام کی فہرست مرتب کرنا۔ (۱۰)

”السيرة النبوية في فتح الباري“ میں محقق نے متن میں وارد مرویات کے مآخذ کی نشاندہی کو ملحوظ رکھا ہے جس کو مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں جناب نعمان بن بشیر کے حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

”اغمى على عبدالله بن رواحة فجعلت اخته عمرة تبكى... الخ“ (۱۱)

اس روایت پر محقق کی طرف سے مآخذ کی نشاندہی اس طرح کی گئی ہے۔

”صحیح البخاری مع فتح الباری 516/7 باب غزوة موتة، الحدیث رقم 4267، 4268“ 12

غرضیکہ جدید دور کے سیرت نگاروں کے اس اسلوب کی وجہ سے کئی قدیم کتب سے سیرت طیبہ کے بارے میں جاننے اور تحقیق کرنے میں بہتری آئی ہے۔

۴۔ کتب سیرت کے تراجم

موجودہ دور میں بہت سی سیرت کی کتب کا دوسری زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے۔ اس بارے میں معروضات ذیلی عنوانات کے تحت پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ ترجمہ کرنے کا مقصد:

کچھ کتابوں کی افادیت مسلمہ ہوتی ہے مگر ایک ہی زبان میں ہونے کی وجہ سے بسا اوقات ان سے محدود پیمانے پر لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ چنانچہ دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے سے ان کتب سے زیادہ استفادہ ممکن ہو جاتا ہے۔ سیرت کی بہت سی کتب کے تراجم کرتے ہوئے مترجمین نے مذکورہ افادیت کو ہی پیش نظر رکھا ہے۔ سرسید احمد خان کے خطبات احمدیہ کا ترجمہ فاضل مؤلف نے انگریزی زبان میں بھی کرایا اور اس کا مقصد بدیشی لوگوں کو بھی سچ تک پہنچنے میں مدد دینا تھا۔

I hope that every lover of truth will give me credit for my conviction" (۱۳)

ترجمہ: مجھے امید ہے کہ ہر سچائی سے محبت کرنے والا (اہل مغرب کی غلطی ثابت کرنے پر) مجھے قابل تعریف قرار دے گا۔

۲۔ دیانت داری سے ترجمہ کرنا:

اصل کتب کا دوسری زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے دیانت داری بہت ضروری ہے، تاکہ ترجمہ میں اصل مفہوم ضائع نہ ہو جائے اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی آئے۔ سیرت ابن اسحاق کا ترجمہ کرتے ہوئے اے گلیوم (A. Guillaume) لکھتے ہیں:

I have endeavoured to follow the text as closely as possible without sacrificing English idiom. In rendering poetry, I have tried to give the sense without making any attempt at versifying..." (۱۴)

میں نے انگریزی محاورے کو قربان کیے بغیر متن کے مطابق چلنے کی کوشش کی ہے، جب کہ شاعری میں میں نے شاعرانہ انداز کو اپنائے بغیر مفہوم کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

۳۔ مترجم کے اعتراضات:

اگر ترجمہ کرنے والا کوئی کمی بیشی کرتا ہے تو دیانت دار مترجم اپنی کمی بیشی کی باقاعدہ نشاندہی کر دیتے ہیں تاکہ قاری کو کوئی مغالطہ نہ ہو۔ جیسے گلیوم نے کتاب کے مقدمے میں اپنی عاجزی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے کہ متن میں انھوں نے کہیں کہیں بقدر ضرورت تھوڑی بہت کمی بیشی کی ہے مگر ساتھ ہی اس کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ (۱۵)

۴۔ مصنف کا تعارف:

کئی ترجمہ کرنے والے اہل علم کتاب کے شروع میں مصنف کا پورا تعارف کراتے ہیں اور حالات زندگی قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ جیسے گلیوم کی طرح کتاب الشفاء کا ترجمہ کرتے ہوئے عبدالکیم اختر نے قاضی عیاض، الموابہ اللدنیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے محمد عبدالجبار خان آصفی نے قسطلانی کا زاد المعاد کا ترجمہ کرتے ہوئے رئیس احمد جعفری نے حافظ ابن قیم اور "السيرة النبوية والآثار المحمدية" کا ترجمہ کرتے ہوئے صائم چشتی نے اہم زینی دحلان کے حالات زندگی بیان

کیے ہیں۔

۵۔ منتخب متن کا تعارف:

اگر متن کئی طریقوں سے مروی ہو تو بسا اوقات مترجم واضح کرتا ہے کہ اس کے پیش نظر کون سا متن ہے؟ جیسے اقبال احمد فاروقی نے ابوسعید نیشاپوری م 407ھ کی شرف النبی کا ترجمہ کیا ہے۔ مترجم شروع کتاب میں واضح کرتے ہیں کہ کتاب ہذا کا 585ھ میں عربی سے فارسی میں ترجمہ ہوا تھا اور انہوں نے اردو میں ترجمہ کرنے کے لیے اسی فارسی ترجمے کو ہی پیش نظر رکھا ہے۔ (۱۶)

۶۔ ابتدائی اور مقدموں کا اضافہ:

بسا اوقات ترجمہ کرنے والے حضرات شروع کتاب میں مفید مقدمے یا ابتدائی کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ جس میں عموماً سیرت طیبہ کی اہمیت اور اس سے متعلقہ دوسرے موضوعات مختصراً مذکور ہوتے ہیں۔ البتہ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ مترجم نے صاحب کتاب کے اسلوب پر معلومات بھی سپرد قلم کی ہوتی ہیں جیسا کہ رئیس احمد جعفری نے زاد المعاد کا ترجمہ کرتے ہوئے شروع میں صاحب کتاب کے اسلوب پر بھی بحث کی ہے۔ (۱۷)

۷۔ سلیس اور عام فہم ترجمہ:

ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ سلیس اور سادہ انداز سے اصل متن کے مفہوم کو کماحقہ دوسری زبان میں بیان کر دیا جائے، جس کی عبارت رواں اور عام فہم ہو۔ اس ضمن میں بطور نمونہ زاد المعاد کے ترجمے سے ایک پیرا گراف پیش خدمت ہے:

”قیصر نے آواز دی کہ جو یہ خط لایا ہے اسے امان ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ میں لایا ہوں۔ قیصر نے کہا کہ جب میں واپس آؤں تو ملنا۔ چنانچہ قیصر کی واپسی پر آپ کا نامہ بر اسے ملا۔ قیصر نے محل کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ آخر دروازے بند کر لیے گئے۔ پھر ایک منادی سے کہا کہ آواز دے دو کہ قیصر نے محمد ﷺ کا دین قبول کر لیا ہے۔“ (۱۸)

۸۔ حواشی کا اضافہ:

ترجمہ کرنے والے کئی اہل علم ترجمے کے ساتھ متن پر حاشیہ بھی لکھتے ہیں جس سے متن کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ کبھی یہ حاشیہ مختصر ہوتا ہے اور کہیں کہیں کسی امر کی وضاحت ہوتی ہے مگر

بسا اوقات مترجم لمبے حواشی یا ترجمے کے دوران لمبی توضیحات بھی شامل کرتا ہے۔ جیسا کہ سیرت حلبیہ کے اردو ترجمے میں ایسی کئی امثلہ موجود ہیں۔ (۱۹)

۹۔ اصل متن کا ذکر:

عموماً کتب سیرت کا ترجمہ کرتے ہوئے مترجمین اصل متن کے ساتھ ذکر نہیں کرتے۔ البتہ دوران ترجمہ بعض مترجمین اصل آیات کو چیدہ چیدہ عربی عبارات کو یا اشعار کو بعینہ متن سے نقل کرنے کا اہتمام کرتے ہیں جیسا کہ المواہب اللدنیہ کے ترجمے سے نظر آتا ہے۔ (۲۰)

۱۰۔ ترجمہ کی گئی کتاب کے نام میں جدت پیدا کرنا:

بعض کتب سیرت کے مترجمین نے ترجمہ کرنے کے بعد ترجمہ شدہ کتاب کے نام میں تھوڑی سی جدت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے المواہب اللدنیہ کے ترجمہ کو سیرت محمدیہ، سیرت الحلبیہ کے ترجمہ کو ام السیر سیرت حلبیہ اردو اور السیرۃ النبویۃ والآثار الحمیدیہ کے ترجمے کو سیرت دحلانیہ کے اسماء سے موسوم کیا گیا ہے۔

(۵) کتب سیرت کی تحقیق و تخریج کرنا

کتب سیرت کی تحقیق دو قسم کی ہو سکتی ہے
۱۔ متن کی تحقیق ۲۔ مآخذ کی تحقیق

۱۔ متن کی تحقیق:

اس سے مراد یہ ہے کہ کسی کتاب کے ہم تک پہنچنے والے متون میں سے کسی مستند اور قابل اعتماد متن کا تعین کرنا۔ جیسے محمد بن عمر الواقدی م 207 کی کتاب المغازی کے متن کی تحقیق ڈاکٹر مارسدن جونز (Marsden Jones) نے کی ہے۔ انھوں نے درست متن کے تعین کی کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں اپنے تحقیقی مراجع کی تفصیلی فہرست بھی دی ہے۔ (۲۱)

۲۔ مآخذ کی تحقیق:

اس تحقیق و تخریج میں محقق متن میں ذکر کردہ معلومات کے مآخذ کا تعین کرتا ہے اور مصنف نے جس مقام سے وہ معلومات لی ہیں اس کی مکمل نشاندہی کرتا ہے۔ موجودہ دور میں متقدمین و متاخرین سیرت نگاروں کی بہت سی کتب پر تحقیقی حواشی لکھے گئے ہیں جیسے سیرۃ ابن ہشام اور الروض الانف پر مجدی بن منصور، ابن جوزی 597ھ کی الوفاء باحوال المصطفیٰ پر مصطفیٰ عبدالواحد، المواہب اللدنیہ پر

صالح احمد شامی، زاد المعاد پر شعیب الازنوف اور عبدالقادر الازنوف السیرۃ النبویۃ فی فتح الباری پر
الدکتور محمد الایمن بن محمد محمود بن احمد الجکنی اور فقہ السیرۃ از محمد الغزالی پر محمد ناصر الدین الالبانی وغیرہ
نے تحقیقی حواشی لکھے ہیں۔

دوران تحقیق روایات کی حیثیت متعین کرنا

ایسے تحقیق کرنے والے کئی اہل علم مرویات کے مآخذ کی نشاندہی کرتے ہوئے یہ بھی واضح
کرتے ہیں کہ یہ معلومات کس قدر قابل اعتبار ہیں۔ تاکہ قاری ان مرویات کی استنادی کیفیت سے
آگاہ ہو جائے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیے کہ قسطلانی، الموہب میں درج ذیل روایت درج
کرتے ہیں۔

”و یروی ان امہ ام الفضل لما وضعته اتت به النبی فاذن فی اذنه الیمنی واقام فی

الیسری وقال اذہبی بابی الخلفاء رواہ ابن حبان وغیرہ۔“ (۲۲)

ترجمہ: اور بیان کی جاتا ہے کہ والدہ ام الفضل نے جب انہیں جنم دیا تو وہ انہیں لے کر
نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں تو آپ نے ان کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں
میں اقامت کہہ کر خلفاء کے باپ کو لے جاؤ۔ اسے ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا
ہے۔

درج بالا روایات پر حاشیہ میں محقق اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں:

”هذا الحديث موضوع اذ معلوم كما في الاصابة ان عبد الله ولد بمكة و بنو هاشم

بالشعب قبل الهجرة بثلاث ولم يكن يومئذ اذان ولا اقامة حيث لم يشرعاً۔“ (۲۳)

ترجمہ: یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ معلوم ہے کہ جیسا کہ الاصابہ میں ہے کہ بے شک
عبداللہ مکہ میں پیدا ہوئے اور بنو ہاشم ہجرت سے قبل تین سال گھاٹی میں ٹھہرے اور اس
دن تک اذان اور نہ ہی اقامت کی کوئی شرعی حیثیت تھی۔

اسی طرح کی مزید امثلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق و تخریج کے عمل کے بعد متن کی اعتباری
حیثیت متعین ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید دور میں اس اسلوب کو فروغ ملا ہے۔

(۶) اسالیب سیرت نگاری

ڈاکٹر محمد جنید ندوی قرار دیتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی کتاب کے مؤلف نے لکھنے سے قبل
اس کے منہج یا اسلوب کا تعین نہ کیا ہو۔ البتہ بعض سیرت نگار حضرات اپنے اسلوب و منہج کی نشاندہی

کر دیتے ہیں اور بعض سیرت نگار ایسا نہیں کرتے۔ اپنے منہج اور اسلوب کے ظاہر کرنے کی طرف جدید دور کے سیرت نگاروں کا رجحان ، قدیم اور ماضی قریب کے سیرت نگاروں کی نسبت زیادہ ہے۔ (۲۵)

۱۔ اسلوب میں مقاصد کی نشاندہی:

سیرت نگار اپنے اسلوب کو بیان کرتے ہوئے واضح کرتا ہے کہ اس نے کن مقاصد کو دوران تحریر ترجیحاً پیش نظر رکھا ہے، جیسا کہ احمد التاجی اور الدكتور اکرم ضیاء عمری نے اپنے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ وہ رطب و یابس اور کمزور و من گھڑت مرویات کی بجائے مستند اور صحیح ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کو سیرت طیبہ کے بیان کے ضمن میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ (۲۶)

۲۔ اسلوب کے بیان میں طریقہ کار کی وضاحت:

اسلوب کے بیان میں مؤلف اپنے طریق تالیف کو واضح کرتا ہے جیسا کہ محمد حسین ہیکل اپنی کتاب ”حیاء محمدؐ“ کے بارے میں اپنے اسلوب کو وضاحت سے بیان کرتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ انھوں نے یہ کتاب جدید انداز سے لکھنے کی کوشش کی ہے اور مستشرقین کے اعتراضات کے تجزیے پر خاص توجہ دی ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے نہ صرف متقدمین سیرت نگاروں کی کتب کا مطالعہ کیا ہے بلکہ مستشرقین کی کتب کو بھی پڑھا ہے۔ (۲۷)

شبلی نعمانی نے اپنے سیرت نگاری کے منہج کو ذکر کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ انھوں نے سیرت کے واقعات کے متعلق جو کچھ قرآن مجید میں مذکور ہے اسے سب پر مقدم رکھا ہے۔ احادیث صحیحہ کے مقابلے میں سیرت کی روایات کو کم اہمیت دی ہے۔ (۲۸)

محمد ادریس کاندھلوی نے وضاحت کی ہے کہ انھوں نے سیرت نگاری میں محدثین کے اصول و قواعد کا اتباع ضروری سمجھا ہے اور کسی فلاسفر وغیرہ سے گھبرا کر نہ کسی روایت کو چھپایا ہے اور نہ ہی ان کی خاطر کسی حدیث کی خواہ مخواہ تاویل کرنے کی کوشش کی ہے۔ (۲۹)

ابوالحسن علی ندوی نے اپنے منہج پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے مآخذ کی نشاندہی کرتے ہیں اور سیرت ابن ہشام اور زاد المعاد سے بھرپور استفادے کا اقرار کرتے ہیں۔ (۳۰) جب کہ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ”پیغمبر اعظم و آخر“ میں اپنے منہج کے خصائص میں ذکر کرتے ہیں کہ ہر قسم کے تعصبات سے عاری ہو کر خالصانہ انداز سے سیرت نگاری کرنا کہ جس میں کوئی سچ چھپایا نہ جائے۔ یہ حقیقی جمالیاتی منہج ہے

اور اس کتاب میں ایسا ہی تاریخی جمالیاتی منہج اختیار کیا گیا ہے۔ (۳۱)

۳۔ اسلوب نویسی کی افادیت:

سیرت نگاری کے اسالیب جاننے سے بہتر اور معیاری اسلوب کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ دور جدید میں سیرت نگاروں نے نہ صرف اپنے اسلوب کی نشاندہی کی ہے بلکہ سابقہ لکھی گئی اہم کتب سیرت کے اسالیب و مناہج کا جائزہ لینے کی طرف بھی توجہ دی ہے اور ان کے خصائص و امتیازات کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے ابن سید الناس کی عیون الاثر کے اسلوب و منہج پر کلام کرتے ہوئے دکتور محمد العید الحظر اوی اور محی الدین مستو لکھتے ہیں کہ مؤلف نے اس کتاب میں زمانی ترتیب کو ملحوظ رکھا رہے۔ اسانید و انساب کے ذکر میں تکرار سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ آیات و احکام کا سبب نزول بننے والے واقعات کا ذکر انہی آیات کے ساتھ کیا ہے۔ اشعار کا ذکر اعتدال سے ہے۔ غریب الفاظ کے معانی کی وضاحت کی ہے اور اندھا دھند معلومات نقل کرنے کی بجائے مستند مرویات کو ترجیح دی ہے۔ (۳۲)

۴۔ اسلوب نویسی میں خامیوں پر تنقید:

قدماء کے مناہج کا جائزہ لیتے ہوئے محققین نے جہاں ان کے اوصاف اور خصائص کو پہنچانا ہے وہیں ان کی کوتاہیوں پر نقد بھی کیا ہے۔ جیسے حافظ ابن کثیر کے سیرت نگاری کے منہج کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر مسعود الرحمن خان ندوی نے ان کے فضائل اور خوبیوں کا بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے مگر ان کی تسامحات کو بھی نمایاں کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”لیکن دلائل کے باب میں ان کا تساہل حیرت انگیز بھی ہے اور تعجب خیز بھی اور اس کا عذر خواہ سابقین کی تقلید ہو یا عجائب و غرائب سے دلچسپی یا احاطہ و شمول کا شوق بہر حال عذر گناہ بدر از گناہ کے مصداق ہے۔ لیکن اس لیے قابل درگزر بھی ہے کہ وہ خود ہی اس کی طرف توجہ مبذول کراتے جاتے ہیں۔“ (۳۳)

الغرض جدید دور میں سیرت نگار نہ صرف اپنے اسلوب کی نشاندہی کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں بلکہ وہ قدماء کے اسالیب و مناہج کا بھی جائزہ لے رہے ہیں تاکہ جدید دور میں سیرت نگاری کو بہتر خطوط پر استوار کیا جاسکے اور مقالہ ہذا بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

دروس سیرت یا نتائج و حکمت کے اظہار کے ساتھ سیرت نگاری

کئی سیرت نگار سیرت طیبہ کے واقعات و احوال کو درج کرتے ہوئے مناسب مقامات پر ان سے نتائج بھی اخذ کر کے رقم کرتے ہیں۔ تاکہ قاری کو سیرت طیبہ سے رہنمائی لینے میں آسانی ہو سکے۔ جیسے ”پیغمبر انسانیت“ میں مؤلف غزوہ بدر کے حالات درج کرتے ہوئے قیدیوں سے فدیہ لینے کے واقعات درج کرتے ہیں اور پھر اس فیصلے سے اخذ ہونے والے نتائج پر بحث کرتے ہیں، جن میں ایک اہم نتیجہ تعلیم کی اہمیت کو واضح کرنا تھا۔ (۳۴)

۱۔ مرتب انداز سے منطقی نتیجہ تک

بعض سیرت نگار واقعات کو ایک ترتیب سے ذکر کرنے کے بعد اس کے منطقی نتائج تک قاری کو پہنچا دیتے ہیں۔ جیسے منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) رسول کریم ﷺ کے مکہ معظمہ کے حالات زندگی کو ترتیب سے بیان کرتے ہوئے بحث کے آخر میں یوں نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

Their chief importance is perhaps to make us realise that despite the meagreness of the records which causes us to feel that things happened quickly, the development of Islam at mecca was a slow process. (۳۵)

ترجمہ: ان کی سب سے بڑی اہمیت شاید یہ ہے کہ مآخذ کی کمی کے باوجود ہمیں اس امر کا احساس ہو کہ مکہ میں واقعات تیزی سے وقوع پذیر ہوئے اور مکہ میں اسلام کی ترقی ایک آہستہ عمل تھا۔

۲۔ اسرار و حکمت کے اظہار سے سیرت کی عکاسی

محمد الغزالی ”فقہ السیرۃ“ میں اپنے طرز تحریر اور اسلوب نگارش میں اسرار و حکم کے اظہار کو مسلسل ملحوظ رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس طرح قاری کو رسول کریم ﷺ کی ذات کی حقیقی عکاسی دکھائی جاسکتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”قد بذلت وسعی فی إعطاء القاری صورة صادقة عن سیرة رسول الله واجتهدت فی إبراز الحکم والنفاہیر لما یقع من الحوادث.“ (۳۶)

ترجمہ: بے شک میں نے اپنی کوشش صرف کی ہے کہ قاری کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی

سچی جھلک دکھاؤں اور میں نے واقعہ ہونے والے حادثات میں سے حکمتوں اور وضاحت کو ظاہر کرنے میں بھی پوری کوشش کی ہے۔

۳۔ حکمت کی وضاحت سے اختلافی آراء میں فیصلہ کرنا

سیرت طیبہ کے بعض واقعات کے بارے میں مرویات میں اختلاف ہوتا ہے مگر سیرت نگار ان احوال و واقعات کی حکمتوں کو واضح کر کے اس بناء پر ہی کسی ترجیحی رائے کا تعین کر لیتا ہے۔ صنفی الرحمن مبارک پوری اسرار معراج کے وقت وقوع کے بارے میں کئی آراء درج کرتے ہیں۔ پھر واقعہ معراج سے سمجھ آنے والی حکمتوں کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”اس طرح کی دو بڑی حکمتوں پر نظر ڈالنے کے بعد ہم نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اسراء کا یہ واقعہ یا تو بیعت عقبہ اولیٰ سے کچھ ہی پہلے کا ہے یا عقبہ کی دونوں بیعتوں کے درمیان کا ہے۔ واللہ اعلم“ (۳۷)

الغرض جب سیرت نگار سیرت طیبہ کی تفصیلات سے نتائج اخذ کرتے ہیں یا آپ کے فرامین و معمولات کی حکمتیں بیان کرتے ہیں تو اس سے سیرت طیبہ کے مطالعہ کی افادیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے بلکہ بہت سے اشکالات کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے۔

معاصر کتب سیرت کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ

بعض سیرت نگاروں نے سیرت نویسی کے دوران معاصرین سے اختلاف کو بھی مد نظر رکھا ہے اور جہاں اپنے معاصرین کی اپنے خیال کے مطابق غلطیاں یا کوتاہیاں محسوس کیں ان کا اپنی تصانیف میں محاسبہ بھی کیا ہے۔ جیسے شبلی نعمانی ”سیرت النبی“ کے مقدمے میں روایت لینے اور پرکھنے کے اصول بیان کرتے ہیں جنہیں وہ اصول روایت اور اصول درایت کہتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کی پیش کردہ ”درایت“ پر کئی سیرت نگاروں نے تنقید کی ہے۔ محمد ادریس کاندھلوی ”سیرت المصطفیٰ“ میں واضح کرتے ہیں کہ ”درایت“ محض رائے اور تخیل ہے اور ان کے خیال میں درایت بدعت ہے۔ (۳۸)

جب کہ اس بارے میں عبدالرؤف دانا پوری لکھتے ہیں:

”مولانا سے تسامح یہ ہوا کہ وہ درایت اور عقل کو ایک چیز سمجھتے ہیں۔ دوم درایت کو اسناد پر ترجیح دیتے ہیں یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور کسی محدث کا یہ مسلک نہیں ہے بلکہ صریح البطلان ہے۔“ (۳۹)

تنقید میں سخت الفاظ کا استعمال

بعض اوقات اختلاف رائے کا اظہار کرتے ہوئے کئی اہل علم کافی سخت الفاظ بھی استعمال کر جاتے ہیں جیسے الدكتور اکرم ضیاء عمری نے ”السيرة النبوية الصحيحة“ کے مقدمہ میں دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب میں تمام معلومات صحیح درج کی ہیں جیسا کہ کتاب کے نام سے بھی ظاہر ہے۔ ان کے اس دعویٰ کے جواب میں عبدالقادر بن حبیب اللہ السندی ”استدراکات و ملاحظات“ نامی کتاب تحریر کرتے ہیں جس میں اکرم ضیاء عمری پر شدید تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ولقد اقتحم نفسه في هذا العلم الشريف ظلماً وعدواناً على الحقائق الناصعة المبينة الواضحة..... الخ“ (۴۰)

ترجمہ: یقیناً اس نے اپنی جان اس قابل احترام علم میں خالص، واضح اور نمایاں حقائق کے خلاف ظلم اور زیادتی کرتے ہوئے داخل کی ہے۔

اکرم ضیاء عمری نے ابن ہشام کی توثیق کی ہے اور اس سے مروی روایات کو حسن درجے کی قرار دیا ہے۔ اس پر گرفت کرتے ہوئے السندی مذکور لکھتے ہیں:

”حكمه على اسناد ابن هشام بالحسن خطأ قبيح للغاية.“ (۴۱)

ترجمہ: اس کا ابن ہشام کی سند پر حسن ہونے کا حکم لگانا انتہا درجے کی قبیح غلطی ہے۔

اس طرح اختلاف رائے کی اور بھی امثلہ دی جا سکتی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ کئی سیرت نگار اختلاف رائے کے اظہار میں سخت الفاظ بھی استعمال کر جاتے ہیں۔

تجزیاتی اسلوب

سیرت طیبہ کے احوال کے بیان میں بہت دفعہ ایک ہی واقعہ کے بارے میں مختلف روایات ہوتی ہیں اور ان میں قدرے اختلاف بھی ہوتا ہے۔ تب سیرت نگار ان روایات کو نقل کرتا ہے اور ان میں موجود اختلاف کا جائزہ لیتا ہے۔ پھر تجزیے کے بعد اپنی رائے پیش کر دیتا ہے۔ جس کی توضیح درج ذیل تین ذیلی عنوانات سے کی جاتی ہے:

۱۔ تجزیے کے بعد تطبیق کی صورت نکالنا:

کبھی سیرت نگار کی فہم و فراست یہ نتیجہ نکالتی ہے کہ روایات میں صرف ظاہری اختلاف ہے اور حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تب وہ ان میں تطبیق اور مفاہمت کی صورت پیش کر دیتا ہے۔

جیسے محمد الصادق العرجون کے بیان سیرت میں نمایاں ہے۔ سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات کے بارے میں وہ متعدد روایات پیش کرتا ہے۔ جناب جابر کی روایت کے مطابق پہلی آیت ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُونَ ۖ قُمْ فَأَنذِرْ﴾ ہے جب کہ دیگر روایات میں ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ کا ذکر ہے۔ تمام روایات کے بعد ان میں تطبیق دیتے ہوئے مذکورہ سیرت نگار لکھتے ہیں:

”ان کل ما نقل عن جابر رضی اللہ عنہ انما کان حديثاً سمعه من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو يحدث عن فترة الوحي و دعوته اليه بعد فترته و انه كان اول ما نزل فی عودة الوحي بعد فترته.“ (۴۲)

ترجمہ: بے شک جو بھی جابرؓ سے منقول ہے وہ حدیث ہے جو سنی ہے (جابرؓ) آپ ﷺ سے جس میں فترت کے بعد آپ کی دعوت کو بیان کرتے ہیں اور جو انھوں نے پہلی نازل ہونے والی آیات کے بارے میں بیان کیا ہے وہ فترت کے بعد پہلی وحی دوبارہ نازل ہونے کے بارے میں ہے۔

۲۔ رائج اور مرجوح کا تعین کرنا:

بسا اوقات روایات کے اختلاف میں جائزہ لینے کے بعد سیرت نگار فیصلہ کرتا ہے کہ ان مرویات میں تطبیق دینا ممکن نہیں ہے تب وہ اپنے علم کی روشنی میں فیصلہ دیتا ہے کہ کون سی روایت رائج ہے اور کون سے مرجوح۔ جیسے غزوہ خندق کے سال وقوع کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ ابن اسحاق کا خیال ہے کہ 5ھ کو ہوا اور موسیٰ بن عقبہ اور ابن حزم کی رائے یہ ہے کہ 4ھ کو ہوا۔ عبدالرؤف وانا پوری ان روایات کا جائزہ لینے کے بعد اپنی رائے 5ھ کے حق میں دیتے ہیں اور ابن حزم کی رائے کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

”یہ استدلال صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اگر حضرت عبداللہ بن عمر اس وقت پندرہ برس اور گیارہ مہینوں کے ہوں گے اور تاہم یہ کہنا صحیح ہوگا کہ خندق کے وقت 15 برس کے تھے۔ مہینوں کا ذکر نہ کرنا مستبعد نہیں ہے۔“ (۴۳)

۳۔ عقلی تجزیے سے اشکالات کی توضیح کرنا:

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے دوران پیدا ہونے کی والی غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے کئی سیرت نگار عقلی تجزیہ اس طرح کرتے ہیں کہ ممکنہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔ جیسے ”سیرت سرور عالم“ میں مولانا مودودی کے انداز سے واضح ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کئی دور کی

سورة عبس اور عبداللہ بن ابن ام مکتوم کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے بارے میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خفگی کا اظہار فرمایا۔ مولانا کہتے ہیں:

”کوئی یہ نہ سمجھے کہ معاذ اللہ آپ کے اندر کوئی کج خلقی پائی جاتی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے گرفت فرمائی بلکہ پوری سورت پر مجموعی حیثیت سے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ عتاب دراصل قریش کے سرداروں پر کیا گیا ہے۔“ (۴۴)

روایات سیرت کے تجزیے کی کتب سیرت میں بے شمار امثلہ مل سکتی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدامت کی طرح یہ موجودہ سیرت نگاروں میں بھی ایک معمول بہ اسلوب ہے۔

تأثراتی اسلوب

کچھ سیرت نگار رسول کریم ﷺ کے حالات بیان کرتے ہوئے آپ کی عظمت اور بزرگی کے بارے میں جو محسوس کرتے ہیں اس کا اظہار خوبصورت اور عموماً فصیح الفاظ کی شکل میں کرتے ہیں۔ ان کی طرز تحریر پر بھی یہی تأثراتی اسلوب غالب ہوتا ہے۔ عباس محمود العقاد اپنی کتاب ”عبقریہ محمد“ کی وجہ تالیف اس طرح ذکر کرتے ہیں:

”وحسبنا من کتابنا هذا ان يكون بنانا تومئى الى تلك العظمة فى آفاقها“ (۴۵)

ترجمہ: اور ہمیں اپنی اس کتاب سے کافی ہے کہ یہ ایک ایسی بنیاد بن جائے جو آفاق میں آپ کی عظمت کی طرف اشارہ کرے۔

عہد جدید کے ایک اور سیرت نگار محمود شلمی ہیں جن کی کتاب ”شخصیۃ رسول اللہ ﷺ“ ہے۔ اس میں مصنف پہلے ایک حدیث پیش کرتا ہے پھر اس حدیث کے فہم میں گہرائی، وسعت اور عظمت کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بعد ازاں رسول اللہ ﷺ کے کلام سے آپ کی عظمت اور رفعت کو محسوس کراتا ہے۔ حدیث رسول کے الفاظ ہیں: (انّی اری مالا ترون) اس پر مصنف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

”---لان قلبه الشریف له اعین --- تبصر من عالم الملكوت --- ما شاء الله له الابصار---

وهذا الجانب من شخصية رسول الله من اخطر الجوانب - التى ندرک من خلالها--- امتیاز تلک الشخصیۃ--- امتیازات --- یرفعها فوق الجمیع.“ (۴۶)

ترجمہ: اس لیے کہ آپ کا محترم دل اس کی آنکھیں ہیں جن سے وہ عالم ملکوت کو دیکھتے ہیں۔ جو اللہ نے آپ کو دکھانا چاہے..... اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کا یہ پہلو سب

پہلوؤں سے زیادہ ہے..... جس کے درمیان میں ہم محسوس کرتے ہیں..... آپ کی شخصیت کا ایسا امتیاز..... جو تمام سے بلند تر ہے۔

ہجرت مدینہ کے موقع پر مکہ چھوڑتے ہوئے رسول کریم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تھے اور فرما رہے تھے کہ: ”اے مکہ تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھے رہنے نہیں دیتے۔“ ان الفاظ اور آپ کے آنسوؤں پر چودھری افضل حق اپنے تاثرات یوں قلم بند کرتے ہیں:

”کم گو پیغمبر کے یہ مختصر الفاظ وطن کی غیر محدود محبت کے حامل ہیں۔ یہ چھوٹا سا فقرہ سینے میں ہزاروں حسرتوں کا مظہر ہے۔ وطن سے چھٹ کر حسرت سے آنسو بہانا کمزوری کی علامت نہیں بلکہ شریف دل میں جذبات کی شہادت ہے۔“ (۴۷)

گویا ایسے سیرت نگار سیرت طیبہ کے واقعات سے جو گہرا تاثر لیتے ہیں، وہ خوبصورت الفاظ کے ذریعے قارئین کے قلوب و اذہان پر نقش کر دیتے ہیں۔

ادبیانہ سیرت نگاری

اکثر سیرت نویس حضرات کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ سیرت طیبہ کے بیان کے لیے عمدہ الفاظ اور بہترین جملوں کو دلکش پیرائے میں سپرد قلم کریں اور بعض سیرت نگار ایسے بھی ہیں جو سیرت نگاری میں ادبیانہ اظہار کو اپنا مقصد بنا لیتے ہیں۔

عربی زبان میں ادبیانہ سیرت نگاری کی مثال محمود شملی کی ”شخصیت رسول اللہ ﷺ“ سے پیش ہے، جس میں وہ اپنے مافی الضمیر کو الفاظ کے زور اور ادبی قوت سے سپرد قلم کرتے ہیں:

”فجعل من فخذ ابن مسعود وسادة..... ما اسعد ابن مسعود..... وما اسعد فخذ ابن مسعود..... ان اكرم الخلق يضع رأسه الشريف على فخذه..... شرف رفيع و عز منيع..... سيعود الى ابن مسعود..... الخ“ (۴۸)

ترجمہ: تو آپ نے ابن مسعود کی ران کو تکیہ بنایا..... ابن مسعود کس قدر خوش قسمت ہے اور ابن مسعود کی ران کس قدر خوش قسمت ہے۔ تمام مخلوقات میں سے معزز ترین اپنے معزز سر کو اس کی ران پر رکھے ہے۔ اونچا شرف اور بلند مرتبہ عزت ہے۔ جو کہ عنقریب ابن مسعود کی طرف لوٹے گی“

اردو زبان میں ادیبانہ سیرت نگاری کا پس منظر

ڈاکٹر محمود الحسن عارف (۴۹) واضح کرتے ہیں کہ جب اردو میں باقاعدہ طور پر سیرت نگاری شروع ہوئی اور اس عنوان پر مستند اور محقق کتابیں تصنیف و تالیف کی جانے لگیں تو ان میں بھی ادبی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اس قسم کی تصانیف میں مفتی محمد عنایت احمد کاکوروی (م 1279ھ) کی کتاب ”تواریخ حبیب اللہ“ سرسید احمد خان (م 1898ھ) کی ”خطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرة المحمدیہ“، علامہ راشد الخیری (م 1932) کی ”آمنہ کا لال“، لکشن پرنشاد (م 1931) کی ”عرب کا چاند“ مرزا حیرت دہلوی کی ”سیرت محمدیہ“ مولانا اشرف علی تھانوی کی ”نشر الطیب“ قاضی سلیمان سلمان منصور پوری کی ”رحمة للعالمین“ اور مولانا مناظر احسن گیلانی کی ”النبی الخاتم“ کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔ جن میں سے ہر کتاب نے ایک خصوصی ادبی اور تحقیقی انداز متعارف کرایا ہے۔ تاہم اردو میں جو شہرت اور ناموری شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی کی ”سیرت النبی“ کے حصے میں آئی اور اس کتاب نے جس طرح نہ صرف اردو زبان بلکہ دوسری معاصر زبانوں کے سیرت نگاری کے ادب کو بھی متاثر کیا، اس کی کوئی اور مثال موجود نہیں ہے۔ (۵۰)

اردو زبان میں ادیبانہ سیرت نگاری کی مثال

اردو میں ادبی سیرت نگاری کے سوامی لکشن پرنشاد کی ”عرب کا چاند“ سے ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

”آخر وہ روز سعید اور مبارک گھڑی آ پہنچی جس کے انتظار میں زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ بے تاب تھا۔ بہار ابھی کم سن تھی۔ باغ و راغ کے اندر قافلہ گل آ پہنچا تھا۔ حد نظر تک زمین کا دامن پھولوں سے پٹا پڑا تھا۔ نسیم خوشبو سے مہکی ہوئی تھی کہ حضرت عبداللہ کے کاشانہ میں وہ ماہتاب طلوع ہو گیا جس کی ضیاء پاشیوں سے شب دیبجور کی تاریکیاں اس طرح کافور ہو گئیں جس طرح اس کی علمی نور افشانیوں سے آگے چل کر جہالت کی تاریکیاں دور ہو جانے والی تھیں۔“ (۵۱)

مگر کچھ ادباء ایسے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی کو کہانی کے انداز میں لکھنے کی کوشش کی اور خالص ادبی رنگ کو غالب رکھا ”محبوب خدا“ میں مؤلف نے بڑی عقیدت اور والہانہ انداز سے رسول کریم ﷺ کے حالات کا ذکر کیا ہے۔ خصوصاً ہر عنوان کا آغاز ایک خاص انداز سے

الفاظ کی بندش کے ساتھ کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی ولادت کا ذکر شروع کریں یا حدیبیہ کی طرف رخصتی کا بیان ان کا ہر جگہ یہی رنگ غالب ہے۔ (۵۲)

ادبی رنگ کے غلبے کے باوصف عموماً کہانی کے انداز سے سیرت طیبہ کو بیان کرنے والے مؤلفین حوالے دینے یا مآخذ کا ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

الحاصل:

درج بالا معلومات کی روشنی میں درج ذیل نکات اخذ کیے جا سکتے ہیں:

- ۱۔ جدید دور میں سیرت نگاری کا عمل بہتر بنانے کے لیے کوششیں جاری ہیں۔
- ۲۔ سیرت نگاری کے عمل میں تنوع بڑھ رہا ہے۔
- ۳۔ سیرت نگاری کے ماضی کے رجحانات کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دی جا رہی ہے۔
- ۴۔ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے بھی سیرت نگاری کا عمل فروغ پذیر ہو رہا ہے۔
- ۵۔ سیرت النبیؐ کے بارے میں معلومات کو ایک زبان سے دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کا رجحان پہلے سے زیادہ تیز ہے۔
- ۶۔ اسلامی دینی ادب کی اہم کتب سے سیرت النبیؐ پر مشتمل مواد کو الگ سے مرتب کرنے کا رجحان زور پکڑ رہا ہے۔
- ۷۔ سیرت نگار مستند ذرائع سے حاصل شدہ معلومات کو ترجیح دے رہے ہیں۔
- ۸۔ سیرت طیبہ کے واقعات کو ذکر کرتے ہوئے نتائج اخذ کرنے اور مسائل کا حل ڈھونڈنے کی طرف توجہ بڑھ رہی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

- ۱۔ حقانی میاں قادری، ڈاکٹر حافظ ”خطبہ حجۃ الوداع کی عالمگیر اہمیت“ ششماہی السیرۃ العالمی، مدیر سید فضل الرحمن ص 264 ش: 12 رمضان 1425ھ / اکتوبر 2004ء۔
- ۲۔ حافظ محمد سعد اللہ ”استحکام پاکستان کا حصول سیرت طیبہ کی روشنی میں“ سہ ماہی منہاج، مدیر حافظ سعد اللہ ص 156 ج: 15 ش: 3 جولائی تا ستمبر 1997ء (دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور)۔
- ۳۔ ڈاکٹر غلام شبیر، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، البلاغیات کے استاد ہیں۔
- ۴۔ غلام شبیر، ڈاکٹر ”سیرت نبوی“ و ذرائع ابلاغ اور پاکستانی معاشرہ“ ششماہی منہاج، مدیر حافظ سعد اللہ ص 224 ج: 26، ش: 2 جولائی تا دسمبر 2004
- ۵۔ www.alwarraq.com
- ۶۔ الہاشمی محمد علی ”شخصیۃ الرسول و دعوتہ فی القرآن الکریم“، ص، مقدمہ طبع رابع (دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت لبنان 2003/1424)
- ۷۔ العودۃ، سلیمان بن حمد، الدکتور ”السیرۃ النبویۃ فی الصحیحین و عند ابن اسحاق“ (دارطیبہ، الریاض 1423ھ / 2002ء ص: 7)
- ۸۔ مصطفیٰ عبدالواحد ”مقدمہ علی السیرۃ النبویۃ لابن کثیر“ (عینی البابی لکھی و شرکاء ہ القاہرہ 1964ء) ص: 12
- ۹۔ حافظ ابن حجر، احمد العسقلانی ”السیرۃ النبویۃ فی فتح الباری“ جمع و تحقیق الدکتور محمد الامین بن محمد محمود بن احمد الکنانی (مکتبہ دارالبیان، الکویت 2001ء / 1422ھ) ص: 17/1
- ۱۰۔ حافظ ابن عساکر، علی بن حسن ”السیرۃ النبویۃ“ تحقیق و تخریج، ابو عبد اللہ عاشور الحوبی (دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان 1421ھ / 2001ء) ص 17/1
- ۱۱۔ حافظ ابن حجر، احمد العسقلانی ”فتح الباری“ باب غزوہ موتہ ص 516/7
- ۱۲۔ الکنانی، محمد امین، جمع و تحقیق علی ”السیرۃ النبویۃ فی فتح الباری“ (مکتبہ دارالبیان، الکویت 2001ء) ص: 65/3
- ۱۳۔ Syed Ahmad Khan "Life of Muhammad" P:xi preface
- ۱۴۔ A Guillaume "The Life of Muhammad " A translation of Ishaq's Sirat P:XL Introduction (Oxford University Press Karachi etc 1982)
- ۱۵۔ A Guillame "Ibid" P:XL.
- ۱۶۔ فاروقی، اقبال احمد ”ابتدائیہ شرف النبی مصنفہ ابوسعید النیشاپوری“ (ملک اینڈ کمپنی لاہور 1984ء) ص: 5
- ۱۷۔ جعفری، رئیس احمد، ابتدائیہ و ترجمہ زاد المعاد“ (نئیس اکیڈمی کراچی 1983) 20/1
- ۱۸۔ جعفری ”زاد المعاد“ ص: 101/1
- ۱۹۔ قاسمی محمد اسلم ”سیرت حلبیہ اردو“ ص 348-50/5

- ۲۰۔ آصفی محمد عبدالجبار خان ”سیرت محمدیہ“ اُردو ترجمہ المواہب اللدنیہ“ (محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی، س ن) ص: 98,314/1
- ۲۱۔ الواقدی ”کتاب المغازی“، تحقیق مارون جونس، مقدمہ محقق ص: 37-46/1
- ۲۲۔ القسطلانی ”المواہب اللدنیہ“ الفصل الرابع فی اعمامہ ص: 14/2
- ۲۳۔ الشامی، صالح احمد، ”حاشیہ علی المواہب اللدنیہ“ (المکتب الاسلامی بیروت 1991) ص: 111/2
- ۲۴۔ ڈاکٹر محمد جنید ندوی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں لازمی مضامین کے شعبہ کے صدر ہیں۔
- ۲۵۔ محمد جنید ندوی، ڈاکٹر ”سیرت نگاری کے مآخذ، اصول اور منہج تحقیق“ ششماہی السیرۃ العالمی، مدیر فضل الرحمن ش: 11 ربیع الاول 1425ھ ص: 156
- ۲۶۔ ۱۔ التاجی، احمد ”سیرۃ النبی العربی محمد رسول“ (مصطفیٰ البابی الکلی مصر 1978ء) ص: 25/1
۲۔ العری، اکرم ضیاء الدکتور ”السیرۃ النبویۃ الصحیحہ“ (المکتبہ العیکان، الریاض 1998ء) ص: 66-72/1
- ۲۷۔ بیکل، محمد حسین ”حیۃ محمد“ مقدمہ (مطبعۃ السنۃ الحمدیہ، القاہرہ 1968ء) ص: 10-15
- ۲۸۔ شبلی نعمانی ”سیرۃ النبی“ مقدمہ: 63/1
- ۲۹۔ کاندھلوی، محمد ادیس ”سیرۃ المصطفیٰ“ مقدمہ (مکہ پبلشنگ کمپنی، لاہور س ن) ص: 14-15/1
- ۳۰۔ ندوی، ابو الحسن علی ”رحمت عالم“ ترجمہ و پیش لفظ محمود الحسن (مجلس نشریات اسلام، کراچی نمبر 18 س ن) ص: 21
- ۳۱۔ ناصر، ڈاکٹر نصیر احمد ”پیغمبر اعظم و آخر“ مقدمہ (فیروز سنز پاکستان، لاہور س ن) ص: 85-86
- ۳۲۔ الخطراوی، محمد العید و محی الدین ستو ”مقدمہ عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر“ ص: 13-14/1
- ۳۳۔ مسعود الرحمن خان ندوی، ڈاکٹر ”ابن کثیر، سیرت نگاری رسول اللہ“ نقوش، رسول نمبر، مدیر محمد طفیل دسمبر 1982ء، جلد اول ش: 130
- ۳۴۔ پھلواوی، شاہ محمد جعفر ”پیغمبر انسانیت“ ص: 229
- ۳۵۔ Watt, Montgomery, W "Muhammad at Mecca" (Oxford University Press Karachi 2004) P:59
- ۳۶۔ الغزالی، محمد ”فقہ السیرۃ“، تزج، ناصر الدین الالبانی (دارالکتب الحدیثیہ، قاہرہ، 1076ء)، ص: 4
- ۳۷۔ مبارک پوری، صفی الرحمن ”الرحیق المختوم“ ص: 204
- ۳۸۔ کاندھلوی، محمد ادیس ”سیرۃ المصطفیٰ“ مقدمہ ص: 14/1

- ۳۹۔ دانا پوری، عبدالرؤف ”اصح السیر“ مقدمہ (مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1982ء) ص: 20/1
- ۴۰۔ السندي، عبدالقادر بن حبیب اللہ ”استدراکات و ملاحظات“ (مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ 2001ء) ص: 4
- ۴۱۔ السندي، عبدالقادر ”استدراکات و ملاحظات“ ص: 100
- ۴۲۔ العرجون، محمد الصادق ابراہیم ”محمد رسول اللہ“ (دارالقلم دمشق 1995) ص: 567/1
- ۴۳۔ دانا پوری، عبدالرؤف ”اصح السیر“ ص: 142
- ۴۴۔ مودودی، ابوالاعلیٰ سید ”سیرت سرور عالم“ (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور 1978ء) ص: 173/2
- ۴۵۔ العقاد، عباس محمود، ”عبقریۃ محمد“ (دارالہلال طبع ندارد) ص: 11
- ۴۶۔ شلمی، محمود ”شخصیۃ رسول اللہ“ (دارالجلیل، بیروت 1992) ص: 120/3
- ۴۷۔ افضل حق، چودھری ”محبوب خدا“ (قومی کتب خانہ، لاہور 1986ء) ص: 98
- ۴۸۔ شلمی، محمود، ”شخصیۃ رسول اللہ ﷺ“ ص: 206/3
- ۴۹۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف، شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی کے سربراہ ہیں۔
- ۵۰۔ عارف، محمود الحسن ڈاکٹر ”سیرت نگاری کے ادبی پہلو“ ششماہی السیرۃ العالمی، مدیر فضل الرحمن ش: 6 رمضان 1422ھ / نومبر 2001ء ص: 29-328
- نوٹ: سوامی لکشمین پرشاد کا سن وفات بعض کتب میں 1939ء مذکور ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: انور محمود خالد ڈاکٹر ”اردو نثر میں سیرت رسول“ ص: 468، 485 طبع اقبال اکادمی، لاہور پاکستان 1989ء۔
- ۵۱۔ لکشمین پرشاد، سوامی ”عرب کا چاند“ (مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور سن ن) ص: 65
- ۵۲۔ افضل حق، چودھری ”محبوب خدا“ ص: 19,179